قرآنِ مجید کے بتائے ہوئے اَلْجٰھِلِيْنَ کے معنی اور مفہوم

آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لحہ صبح و شام۔اور آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا کو سب کو بتا دیں:

وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ

''اور آپ (ﷺ) کہیں'' یہ ٱلْحَقُّ تمہارے رب کی طرف سے ہے،

اس لئے تم میں سے جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے''(حوالہ الکہف۔۲۹)

امیر اور غریب، صاحب ثروت، مقتدر اور دبے ہوئے طبقے، پیغام سب کیلئے یکساں ہے۔جس کا جی چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے۔قرآنِ مجید کو دھیان سے پڑھتے جائیں تو احساس ہوگا کہ رب العزت نے آقائے نامدار، رحمت للعالمین ﷺ کو اہلِ کتاب اور دوسرے لوگوں کے رویئے اور آخر کار عبرت ناک انجام کے متعلق مایوس کن خبریں دی ہیں۔اور رحمت للعالمین ﷺ کے قلب مبارک کیلئے یہ خبریں بوجھ، فکر مندی اور غم کا سبب بنتی ہیں۔اللہ رب العزت آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو بار بار بتاتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو تمام لوگ حقیقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے لیکن پھر یہ ''اکراہ'' کے دائرے میں آتا جبکہ ہم نے انسان کو ارادے اور مرضی کا مالک بنایا ہے۔اس لئے آپ ﷺ ان کیلئے غم زدہ نہ ہوں۔آپ ﷺ کے ذمہ تو لوگوں کو خبردار کرنا اور خوشخبری دینا ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ

''اے رسولِ کریم (ﷺ)! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے۔

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝

لیکن یہ لوگ آپ کو تو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا جانتے بوجھتے ہوئے دانستہ انکار کر رہے ہیں''(الانعام۔۳۳)۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔یہاں کچھ دیر ہم رک جائیں اور اپنے آقا پر درود و سلام بھیجیں۔اللہ رب العزت کے فیصلے اٹل ہیں اور رحمت للعالمین ﷺ کا غم بھی ایک حقیقت ہے۔میرے آقا پر سلام ہو صبح و شام۔افضل ترین تخلیق اور سببِ وجودِ کائنات ہونے کا حق نبھا رہے ہیں۔یا رب! میرے آقا کے قلب مبارک کے غم میں سے ایک ذرہ میرے نصیب میں کر دے کہ میرے سینے میں دھڑکنے والا لوتھڑا قلب کہلانے کا مستحق بن سکے اور آیت مبارکہ کے معنی و مفہوم کی وسعت و گہرائی اور محبت کا کچھ کچھ احساس کر سکے کہ اس کے معنی اور مفہوم کو سمیٹنا اور بیان کرنا میری بساط میں نہیں۔

آقائے نامدار، رحمت للعالمین ﷺ کے قلب مبارک کا غم کیا ان تشفیوں اور تسلیوں سے ختم ہو گیا تھا؟ اسے اور آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک کے بنی نوع انسان کیلئے غم کی شدت کا کچھ ادراک کرنے کیلئے اللہ رب العالمین کے فرمان کو غور سے سنتے اور پھر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

''اور اگر آپ (ﷺ) پر ان لوگوں کی (قرآنِ مجید سے) بے رخی بہت گراں ہے

فَإِنِ ٱسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى ٱلْأَرْضِ

تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈیں

أَوْ سُلَّمًا فِى ٱلسَّمَآءِ

یا آسمان میں سیڑھی لگائیں

فَتَأْتِيَهُم بِـَٔايَةٍ

پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے آئیں''۔

اور پھر آقائے نامدار ﷺ کو تشفی دی

وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى ٱلْهُدَىٰ

''اور اگر اللہ ایسا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا''

(ان کی خواہش اور رجوع کئے بغیر بھی کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ یہ قدرت و غلبے کا اظہار ہے، ارادے کا نہیں)۔

آقائے نامدار ﷺ سے جو باتیں کہی گئی ہیں ان کی نوعیت اور کیفیت پر غور فرمائیں۔ آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک کا غم یہی ہے کہ لوگ قرآنِ مجید سے اعراض برتتے ہیں جس کے ذریعے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی اور نور میں لے جانا چاہتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن کر کے اللہ رب العزت کے حضور پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ دار السلام میں جگہ پائیں۔

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْجَـٰهِلِينَ ۝

''اس لئے خواہ مخواہ ان کیلئے اس قدر بے اطمینان اور مضطرب نہ ہوں'' (الانعام۔۳۵)

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْجَـٰهِلِينَ ۝ کا رائج ترجمہ و تفسیر یہ ہے [ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی، تفسیری حاشیہ مولانا صلاح الدین یوسف شاہ فہد قرآنِ کریم پرنٹنگ کمپلیکس] ''سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے'' اور حاشیہ میں وضاحت ہے ''یعنی آپ ان

کے کفر پر زیادہ حسرت وافسوس نہ کریں کیونکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت وتقدیر سے ہے، اس لئے اسے اللہ ہی کے سپرد کردیں، وہی اس کی حکمت ومصلحت کو بہتر سمجھتا ہے''۔ جناب احمد رضا خان بریلوی نے یوں ترجمہ کیا ہے ''تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن''۔

[مولانا محمد علی۔ بیان القرآن] ''سو تو جاہلوں میں سے نہ ہو''

اور انگریزی ترجمہ یوں کیا جاتا ہے

Yusuf Ali" If their spurning is hard on thy mind yet if thou wert able to seek a tunnel in the ground or a ladder to the skies and bring them a Sign (what good?). If it were Allah's will He could gather them together unto true guidance: **so be not thou amongst those who are swayed by ignorance (and impatience)**!"

Pikthal: "And if their aversion is grievous unto thee, then, if thou canst , seek a way down into the earth or a ladder unto the sky that thou mayst bring unto them a portent (to convince them all)! If Allah willed, He could have brought them all together to the gui dance **So be not thou among the foolish ones**.

F. Malik: If you find their aversion hard to bear, then see if you can make a tunnel in the ground or put a ladder to ascend in the skies by which you can bring them a sign. O Prophet, you know well that if Allah wanted, He would have given guidance to all . **So do not be like the ignorant**.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

اس طرح ٱلْجَـٰهِلِينَ کے معنی اور مفہوم کو اردو وانگریزی لفظ ''جہالت، **ignorance,foolish**'' کے زیر اثر رکھتے ہوئے مولانا یوسف صاحب نے تفسیر میں مفہوم کو حسرت وافسوس کی طرف موڑ دیا اور لوگوں کے اپنے دانستہ سوچے سمجھے کفر کو اللہ تعالیٰ کی مشیت وتقدیر بنا دیا گیا اور جناب رضا خان بریلوی صاحب نے ''اے سننے والے'' کا اضافہ کرکے اردو کے لفظ ''جہالت'' کے مترادف نادانی استعمال کئے ہیں جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ سے بعض لوگوں کو یہ الفاظ کہلوائے گئے ہیں أَيُّهَا ٱلْجَـٰهِلُونَ o ''اے جاھلو!'' (حوالہ الزمر۔۶۴)۔

اللہ تعالیٰ کے آقائے نامدار ﷺ سے اس فرمان فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْجَـٰهِلِينَ o میں لفظ ٱلْجَـٰهِلِينَ کا ترجمہ ''نادانوں، جاہلوں، **who are swayed by ignorance,the foolish ones,ignorant**'' کیا گیا ہے۔ اردو وانگریزی کے یہ تمام الفاظ ''جاننے، علم'' کی ضد ہیں۔ اور اردو زبان میں ''نہ جاننے والے، علم سے بے بہرا، کم علم، بیوقوف، نادان''، شخص کو ''جاہل'' کہتے ہیں اور اردو کے ان الفاظ کا انگریزی میں ترجمہ **ignorant,foolish** ہے۔

آئیں ایک مرتبہ ہم اس آیت مبارکہ سے قبل اور بعد کی چند آیات مبارکہ کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کریں اور بتائیں کہ ان میں زیر بحث موضوع اور باتوں کا علیت اور لاعلیت سے کیا دور کا تعلق بھی ہے؟ موضوع زیر بحث آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک کا غم ہے۔ اور غم کا سبب قرآنِ مجید سے لوگوں کا اعراض ہے جس کی بناء پر وہ راہ ہدایت پر نہیں آتے۔ آقائے نامدار ﷺ کو بار بار کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے قرآنِ مجید سے اعراض برتنے کی بناء پر کوفت، تنگی محسوس نہ کریں اور غم نہ کریں لیکن ان کا غم ہے کہ ختم ہونے ہی کو نہیں آتا۔ عالمین کا سب سے بڑا اور پیچیدہ مخمصہ یہی ہے کہ رحمت للعالمین آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے قلب مبارک کا غم کیسے کم ہو۔ اللہ تعالیٰ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو بار بار بتاتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو تمام لوگ حقیقت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے لیکن پھر یہ ''اکراہ'' کے دائرے میں آتا جبکہ ہم نے انسان کو ارادے اور مرضی کا مالک بنایا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ ان کیلئے غم زدہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ کے ذمہ تو لوگوں کو خبر دار کرنا اور خوشخبری دینا ہے۔ آپ ﷺ سے تو دوزخ میں جانے والوں کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا جائے گا (البقرۃ ۔۱۹۱)۔ عام انسانوں کی سب سے بڑی کامیابی اور معراج یہ ہے کہ جنت میں داخلہ مل جائے جو مشروط ہے اللہ اور رسولوں پر ایمان لانے سے۔ جب ان پر ایمان لانا جنت میں داخلے کی شرط میں شامل ہو تو آقائے نامدار، رحمت للعالمین کیسے اپنے دل کے غم پر قابو پا سکتے ہیں جب لوگ انہیں صادق اور امین جان اور مان کر بھی قرآنِ مجید پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ ان کی اپنی ذات اقدس کیلئے غم تو ہے نہیں کہ ختم ہو جائے۔ اس انداز کی شدت غم اور اردو / انگریزی لفظ ''جہالت، ignorance'' کا آپس میں کیا کوئی تعلق بنتا ہے؟ خود غور کریں کہ انسان کے اپنے ذہن اور عقل و فہم کو استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں اور اس سے گزرے بزرگوں کیلئے عقیدت میں فرق بھی نہیں آتا۔

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے قلبِ مبارک کا ہم نے کیا شناسا ہونا ہے۔ یہ تو بس ذات باری تعالیٰ ہے جو اپنے حبیب کے قلب کی شناسا ہے۔ ہم شناسا ہوتے تو قرآنِ مجید سے کبھی دور نہ ہوتے اور روایتوں کے بل بوتے پر سر پھٹول نہ کرتے۔ ہم اس سے کبھی اعراض نہ برتتے۔ آقا کے قلب کے شناسا ہوتے تو قسم ہے رب العالمین کی ہم کبھی پستیوں میں نہ ہوتے۔ ہماری پستیاں اس پر گواہ ہیں کہ اپنے آقا کے قلب کو ہم نے جانا ہی نہیں۔ اپنے آقا کے قلب کو ہم نے جانا ہوتا تو فرقوں میں نہ بٹے ہوتے۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کے قلبِ مبارک کو دوسروں نے تو غم دیئے ہی ہیں ان کے نام لیوا ہو کر کسر ہم نے بھی کوئی نہیں چھوڑی۔ لیکن شکر ہے اللہ کا کہ قلبِ مبارک کی وسعتوں پر ہمارا اعتماد اور یقین کامل ہے کہ رحمت للعالمین ہمیں معاف فرمائیں گے اور انشاء اللہ اپنے رب سے ہمارے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لحظہ صبح و شام۔

کاش کہ آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے قلب مبارک کے غم کی ہمیں معمولی سی سمجھ آجائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایمان نہ لانے اور دوزخ میں جانے والوں کے غم میں اپنی جان کو ہلکان کرنے سے بار بار منع فرما رہے ہیں۔ جس عظیم المرتبت ہستی کے غم کی شدت

دوزخ میں جانے والوں کیلئے اس قدر رہو کہ رب العالمین فرمائے ''اے رسولِ کریم ﷺ! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ تمہیں تو نہیں جھٹلاتے (تمہیں تو تنہائی میں بھی صادق اور امین کہتے اور مانتے ہیں) یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں'' (الانعام۔۳۳) وہ ہستی کس قدر خواہش مند ہو گی کہ ایمان لانے والے تمام تر کوتاہیوں کے باوجود دوزخ میں جانے سے بچ جائیں۔ اللہ رب العزت کے رسولوں کے مبارک قلوب کو سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ کے فرستادے خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لا کر لوط علیہ السلام کی قوم پر نازل کئے جانے والے عذاب کے بارے میں اطلاع دیتے ہیں۔ دنیا میں دیا جانے والا عذاب آخرت میں دیئے جانے والے عذاب سے کہیں کم تر ہوتا ہے اور عذاب اللہ اور رسول کا انکار کرنے والوں پر نازل ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے رسول کے قلب مبارک پر خبر کیا اثر کرتی ہے قرآنِ مجید نے بتایا:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾

''پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے ڈر جاتا رہا اور انہیں (بیٹے کی پیدائش کی) خوشخبری مل گئی

تو وہ ہم سے قوم لوط (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾

(ہم نے کہا) اے ابراہیم! اس بات کو اب چھوڑیں، تیرے رب کا حکم پہنچ چکا ہے

اور اب ان پر نہ لوٹنے والا عذاب آ کر رہے گا'' (سورۃ ھود۔۷۴،۷۶)

ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو صبح و شام۔ یہ انداز اور پریشانی اُن کی تھی إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾

''یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) نہایت بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے''۔

اور اپنے آقا کے قلب مبارک کے غم اور اس کی شدت کی وجہ سمجھیں۔ اللہ، الرحمٰن نے عالمین کی تخلیق کی ابتدا فرمائی تو رحمت، اَلرَّحْمَةَ رحم و کرم کے شیوہ کو اپنے آپ پر لازم کرلیا۔ اللہ، الرحمٰن کے اسم سے ابتدا ہے جو رحیم ہے کہ عالمین کی ابتدا رحم و کرم کے شیوہ پر رکھی۔ اور انسانوں کو پیغام اور ہدایت بھیجنے کا جب اختتام فرمایا تو سبحان اللہ رحمت کو مجسم بھی فرما دیا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے'' (الانبیاء۔۱۰۷)

آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔

ٱلۡجَـٰهِلِينَ کا مادہ ''ج ھ ل'' ہے۔ جناب راغب نے کہا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ دوم کسی بات کے متعلق اس کی صحیح کیفیت کے خلاف اعتقاد رکھنا۔ سوم کسی بات کو جس طرح کرنا چاہئے اس کے خلاف کرنا خواہ اس کی بابت اعتقاد صحیح ہو یا غلط (تاج)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) علم کی ضد اور (۲) ہلکا پن اور بے اطمینانی۔ میں نے ترجمہ اور مفہوم بیان کرتے ہوئے لفظ ٱلۡجَـٰهِلِينَ کے وہ معنی اختیار کئے ہیں جو ابن فارس نے بیان کئے ہیں ''بے اطمینانی''۔ لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے ٱلۡجَـٰهِلِينَ کے یہی معنی اور مفہوم بتائے ہیں۔ آئمہ لغت اور آئمہ تفسیر کیلئے عقیدت کے جذبات رکھنے چاہئے لیکن پرستش کے نہیں کیونکہ اندھی تقلید پرستش ہے عقیدت نہیں۔

حیات مجموعہ ہے جذبات وخواہشات، خوشی اور غم اور عقل وفہم کا۔ دل اور دماغ کی دنیا کا نام حیات ہے۔ ٱلۡجَـٰهِلِينَ کا تعلق کیا عقل وفہم یعنی علم کی دنیا سے ہے یا اس کا تعلق دل کی دنیا سے بھی ہے، جس میں جذبات وخواہشات، خوشی اور غم کا بسیرا ہوتا ہے؟ جذبہ احساس اور کیفیت ہے اور علم ٹھوس حقیقت۔ جذبہ محبت اور نفرت ہے۔ یہ ایک ہی احساس کے دو پہلو ہیں مثبت اور منفی۔ محبت خوشگوار احساس ہے کہ قربت کا طالب اور نفرت ناگوار احساس ہے اس لئے دوری کا طالب۔ علم ٹھوس حقیقت ہے محبت اور نفرت کے احساس سے ماوراء اور منزہ۔ لمس، ذائقہ اور شامہ بھی احساس کا نام ہے اس لئے قرآنِ مجید نے سماعتوں اور بصارتوں کو علم کے حصول کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ ایک انسان کا احساس دوسرے انسان کیلئے حجت اور دلیل نہیں ہوتا۔ خواہش جوں جوں مستحکم ہوتی ہے جذبے میں ڈھل جاتی ہے۔ خواہش خارج سے تحریک (stimuli) کی وجہ سے بھی بیدار ہو سکتی ہے، جنم لے سکتی ہے اور انسان کے قلب میں خود بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ خواہش کی تکمیل اور تسکین خوشگوار اور اطمینان بخش احساس خوشی کا موجب بنتی ہے اور عدم تکمیل اور تسکین قلب کیلئے باعث اضطراب، کوفت ہوتی ہے۔ اور خواہش جس قدر مستحکم، شدید ہو گی اس کی تکمیل یا عدم تکمیل پر قلب کا احساس اتنا ہی گہرا اور شدید ہو گا۔

قرآنِ مجید میں پہلی مرتبہ ٱلۡجَـٰهِلِينَ سورۃ البقرۃ کی آیت ۶۷ میں آیا ہے۔ وَإِذۡ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦٓ ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تَذۡبَحُواْ بَقَرَةٗۖ ''اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے''۔ قَالُوٓاْ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوٗاۖ انہوں نے کہا'' کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟'' قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنۡ أَكُونَ مِنَ ٱلۡجَـٰهِلِينَ ۝ انہوں نے کہا ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ میں ٱلۡجَـٰهِلِينَ میں سے ہو جاؤں''۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی جانب سے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات منسوب کر کے لوگوں سے کہنا ٱلۡجَـٰهِلِينَ میں سے ہونا ہے۔ ایسا مذاق کون کرتا ہے؟

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِى لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ یعنی توجہ ہٹا دینے، غافل کر دینے والی بے مقصد، لغو، گمان کی باتیں خریدتا ہے

لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ

تاکہ بغیر کسی علم کے اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) ہٹا دے۔

وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا

اور اس راہ کی ہنسی، مذاق اڑائے۔

أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ایسے لوگوں کو ذلت آمیز عذاب ملے گا'' (لقمان۔٦)

وَإِذَا عَلِمَ مِنۡ ءَايَٰتِنَا شَيۡـًٔا ٱتَّخَذَهَا هُزُوًا

''اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا پتہ چلتا ہے تو وہ اسے مذاق میں لیتا ہے۔

أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ایسے لوگوں کو ذلت آمیز عذاب ملے گا'' (الجاثیۃ۔٩)

ٱلۡجَاهِلُ سورۃ البقرۃ کی آیت ٢٧٣ میں ایسے شخص کو کہا گیا ہے جو ناواقفیت کی بناء پر ایک حاجت مند شخص کے متعلق اس کے ظاہری رویئے کی بناء پر گمان کرتا ہے کہ وہ مالی امداد کا ضرورت مند نہیں کیونکہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا اور خود لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔ امداد دینے والے شخص کو اس قسم کے آدمی کو کھلم کھلا معاونت کرنے میں حیا محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کے متعلق فرمایا ''لیکن اگر انہیں چھپا کر مفلسوں کو پہنچاؤ تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور وہ تم سے تمہارے کچھ گناہ (برائیاں) دور کر دے گا'' (حوالہ البقرۃ ٢٧١) اور بتایا چھپا کر پہنچانا ان مفلسوں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں روک لئے گئے ہیں کہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ٱلۡجَاهِلُ یعنی ناواقف حیا کے سبب انہیں مالدار سمجھتا ہے تم انہیں ان کے انداز سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں کے پاس جا کر (لپٹ کر) سوال نہیں کرتے''۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مال خرچ کرتے ہوئے ہر حاجت مند اور غریب کی عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچانا چاہیئے۔ یارب! تو نے انسان کی بہت قدر کی۔ ہمیں معاف فرما! تو سچ کہتا ہے ہم نے تیری وہ قدر نہیں کی جتنا قدر کرنے کا حق ہے۔

تیسری مرتبہ مادہ ''ج ھ ل'' سے بنا لفظ اَلْجَـٰهِلِيَّةِ سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۵۴ میں آیا ہے اور پھر یہی لفظ المائدہ کی آیت ۵۰، الاحزاب کی ۳۳ اور سورۃ الفتح کی آیت ۲۶ میں بھی آیا ہے۔ان تمام مقام پر یہ لفظ ایک دور، (emotionalism) زمانے کیلئے استعمال ہوا ہے۔ چوتھی مرتبہ سورۃ النساء کی آیت ۱۷ میں یہ لفظ یوں آیا ہے بِجَهَـٰلَةٍ اور پھر اسی طرح الانعام کی ۵۴، النحل کی ۱۱۹، اور سورۃ الحجرات کی آیت ۶ میں آیا ہے۔حرف ''ب'' سبب کو ظاہر کرتا ہے، ''کے ساتھ'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ''جہالت کی وجہ سے'' یا ''جہالت کے ساتھ'' جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی نوعیت، کیفیت عربی کے مادہ ''ج ھ ل'' کے معنی اور مفہوم کو واضح اور طے کرے گی۔

إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَـٰلَةٍ

''ہاں! یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے

جو برا عمل ''جہالت'' کے سبب (کی وجہ سے یا کے ساتھ) کر گزرتے ہیں

ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُوْلَـٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ

اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے'' (حوالہ النساء-۱۷)

أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَـٰلَةٍ

(یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے) کہ اگر تم میں سے کوئی ''جہالت'' کے ساتھ برا عمل کر بیٹھا ہو

ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بعد ازاں توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو وہ معاف کر دیتا ہے اور بہت رحم کرنے والا ہے''۔ (حوالہ الانعام-۵۴)

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَـٰلَةٍ

''پھر بھی تیرا رب ان لوگوں کو جنھوں نے ''جہالت'' کے سبب برے کام کئے

ثُمَّ تَابُواْ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوٓاْ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پھر بعد ازاں توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کے بعد بیشک تیرا رب بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے''۔ (النحل-۱۱۹)

اردو انگریزی میں انسان کے ہر اس عمل کو جو علم کی ضد میں سرزد ہوتا ہے جہالت، نادانی کہتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں ہر عمل کو یوں نہیں کہتے کہ بِجَهَـٰلَةٍ یعنی جہالت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید علم کے بغیر کئے گئے عمل کو یوں بیان کرتا ہے

سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ''بیوقوفی، بغیر علم کے ساتھ'' (حوالہ الانعام-۱۴۰)

علم انسان کی عقل (intellect) کا پیمانہ بنتا ہے۔اور جس شخص میں عقل کا فقدان اور کمی ہو اسے سَفِيهًا کہتے ہیں یعنی نادان، بیوقوف، عقل کا کمزور، ہلکا (mentally deficient, imbecile)۔ سَفِيهًا سے سرزد ہونے والے عمل کیلئے ضروری اور حتمی نہیں کہ اس فعل کے سرزد ہونے میں اس کی خواہش اور دانستہ ارادے کا عمل دخل ہو۔

لیکن کیا برا عمل ٱلسُّوٓءَ اس (اردو، انگریزی والے لفظ) 'جہالت'' کے سبب ہوتا ہے جسے ''علم'' کی ضد قرار دیا جاتا ہے؟ نہیں! برا عمل یا تو حالت غفلت میں ہوسکتا ہے یا پھر سینے، شکم اور زیر ناف کی کسی بھوک کو مٹانے کیلئے اور خواہش کی تسکین کے جذبے کے زیر اثر اور اس سے مغلوب ہونے پر وجود پذیر ہوتا ہے۔ برا عمل ایک عالم، دانا و بینا، صاحب علم و بصیرت سے بھی سرزد ہوسکتا ہے اور اس سے بھی جو علم نہیں رکھتا، عقل و فہم کا کمزور ہے، جاہل و گنوار ہے۔ توبہ ان لوگوں کیلئے ہے جو کوئی برا فعل بِجَهَـٰلَةٍ کر بیٹھتے ہیں پھر توبہ اور اصلاح کر لیتے ہیں۔ اگر ''جَهَٰلَةٍ'' کے معنی علم کی ضد تصور کئے جائیں تو پھر ''اصلاح'' کے معنی علم حاصل کرنا ہو جائیں گے۔ چونکہ بِجَهَـٰلَةٍ کی بناء پر برا فعل کرنے والے کیلئے شرائط پورا کرنے پر توبہ کی قبولیت کا حق ہے اس لئے بِجَهَـٰلَةٍ کے معنی اور مفہوم اس سے بھی واضح ہو جائیں گے کہ کن کے برے عمل کی توبہ نہیں ہے

وَلَيۡسَتِ ٱلتَّوۡبَةُ لِلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ

''مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں

حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلۡمَوۡتُ قَالَ إِنِّى تُبۡتُ ٱلۡـَٰٔنَ

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی''

واضح ہوا کہ برے عمل کو برا سمجھنے اور جاننے کے باوجود ایک شخص سے برے عمل نادانستہ جذبات و خواہش سے مغلوب ہو کر بھی سرزد ہوتے ہیں۔ اور دوسرا شخص موت کا وقت آنے تک دانستہ برے عمل کئے چلا جاتا ہے جبکہ بِجَهَـٰلَةٍ یعنی جذبات سے مغلوب ہو کر برا عمل کرنے والا جلد ہی توبہ کرتا ہے اور اصلاح کرتا ہے اور اس کیلئے اللہ غفور و رحیم ہے (الانعام۔۵۴)۔ اور الانعام کی آیت ۵۵ میں بتایا کہ اللہ تعالٰی اس طرح الگ الگ کر کے باتوں کو بیان کرتا ہے تاکہ مجرمین کی راہ لوگوں کو واضح طور پر معلوم ہو جائے۔

جذبات کے زیر اثر غلط کام دو طرح سے وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ جذبات کی طغیانی میں بہہ کر کوئی غلط کام اچانک سرزد ہو جائے (on the spur of a moment or instinctively) اور دوسری صورت یہ ہے کہ دل کی خواہش اور جذبات کی تسکین کیلئے کسی غلط کام کو سوچ سمجھ کر دانستہ کرنا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے والد کی محبت و توجہ پانے کے جذبات کی تسکین کیلئے اپنی عقل کو اسی انداز میں استعمال کیا تھا۔

إِذۡ قَالُواْ لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰٓ أَبِينَا مِنَّا وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ

جب انہوں نے کہا ''یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد صاحب کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ (تعداد میں) ہم ایک جمعیت ہیں'' تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کر دیا جائے یا اسے دور دراز ملک نکال دیں يَخۡلُ لَكُمۡ وَجۡهُ أَبِيكُمۡ ''تو تمہارے لئے ہو جائے گی تمہارے والد کی تمام توجہ وَتَكُونُواْ مِنۢ بَعۡدِهِۦ قَوۡمًا صَٰلِحِينَ ۝ اور اس کے بعد تم صالح لوگ ہو جاؤ'' اور ایک طویل عرصے بعد یوسف علیہ السلام نے اُن کی باپ کی محبت پانے کی خواہش وجذبات کے زیر اثر کئے گئے فعل کو اس وقت کی بات قرار دیا تھا جب وہ 'جاھل' تھے۔ یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا تھا

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُم مَّا فَعَلۡتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذۡ أَنتُمۡ جَٰهِلُونَ ﴿٨٩﴾

''وہ بولے'' کیا تم جانتے ہو (کچھ سمجھ ہے) جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اُس وقت کیا جب تم 'جَٰهِلُونَ' تھے؟'' (یوسف۔٨٩)۔ ایسا نہیں ہے کہ اُس زمانے میں وہ اردو اور انگریزی زبان والے لوگوں کے مفہوم میں ''جاہل'' تھے اور اب عقل مند عالم بن چکے تھے بلکہ یوسف علیہ السلام ان کے فعل کے وقت ان کی کیفیت یوں بتاتے ہیں إِذۡ أَنتُمۡ جَٰهِلُونَ ''جب تم جذباتی تھے'' یوسف علیہ السلام کو بچپن میں جس وقت انہوں نے کنویں میں اتارا تھا اُس وقت ان کے بھائی يَخۡلُ لَكُمۡ وَجۡهُ أَبِيكُمۡ باپ کی توجہ اور محبت پانے کی خواہش میں جذبات سے مغلوب تھے (حوالہ یوسف۔٨،٩،٨٩)

یہ طے شدہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر شیطان کا داؤ، وار اور فریب نہیں چلتا اور یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا إِنَّهُۥ مِنۡ عِبَادِنَا ٱلۡمُخۡلَصِينَ ۝ ''یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا'' (حوالہ سورۃ یوسف۔٢٤)۔ انہوں نے بھی اپنے حوالے سے ایک موقعے پر لفظ ٱلۡجَٰهِلِينَ استعمال کیا تھا

قَالَ رَبِّ ٱلسِّجۡنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدۡعُونَنِيٓ إِلَيۡهِ

''وہ بولے'' میرے رب! قید خانہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں

وَإِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّي كَيۡدَهُنَّ أَصۡبُ إِلَيۡهِنَّ وَأَكُن مِّنَ ٱلۡجَٰهِلِينَ ۝

اور اگر تو مجھ سے ان کے ارادے کو نہیں ہٹائے گا تو (معاذ اللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ) میں بھی ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں شمار ہونے لگوں'' (حوالہ یوسف۔٣٣)

رؤسائے مصر کی خواتین کو دی گئی دعوت میں تمام خواتین کی موجودگی میں عزیز مصر کی بیوی کی کہی ہوئی بات کے جواب میں یوسف علیہ

السلام کا یہ ارشاد فرمایا ہوا جملہ ہے۔ اس منظر میں علیت کے حوالے سے جہالت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ خواہش اور جذبات کے حوالے سے معاملہ ہے۔

قرآنِ مجید میں عربی زبان کے مادہ ''ج ھ ل'' سے بنے لفظ چوبیس بار آئے ہیں۔ ایک آیت مبارکہ ایسی ہے جس میں لفظ ''علم'' بھی ٱلْجَـٰهِلِينَ کے ساتھ آیا ہے۔ نوح علیہ السلام کو وحی کی گئی تھی کہ اب ان کی قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا اور کہا گیا کہ دی گئی ہدایت کے مطابق کشتی بنائیں اور فرمایا

وَلَا تُخَـٰطِبْنِى فِى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓا۟ ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ

''اور ظالموں کے بارے میں مجھے مخاطب نہ ہونا کہ وہ غرق ہونے والے ہیں'' (حوالہ ھود، ۳۷، المومنون۔۲۷)

سیلاب آ گیا۔ ''اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو جو الگ جگہ پر تھا پکارا ''میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ''۔ (حوالہ ھود۔۴۲) ''وہ بولا ''میں کسی پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا''۔ اس نے کہا'' آج اللہ کے امر سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے''۔ اور ان کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں تھا'' (حوالہ ھود۔۴۳)

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبْنِى مِنْ أَهْلِى

''اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا

(حالانکہ سیلاب آنے سے قبل ظالموں کے متعلق مخاطب ہونے سے منع کیا تھا کہ انہیں ڈوبنا ہے)

اور کہا ''میرے رب! میرا بیٹا میرے گھرانے میں سے ہے''

قَالَ يَـٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيْرُ صَـٰلِحٍ ۖ

''اس نے کہا ''اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرے گھرانے میں سے نہیں (کیونکہ) اس کا عمل غیر صالح تھا''۔

بیٹے کیلئے فکر باپ کی خواہش اور جذبات کا مظہر ہوتی ہے۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۖ إِنِّىٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلْجَـٰهِلِينَ ۝

''اس لئے مجھ سے وہ خواہش نہ کر جس کے بارے میں تجھے علم نہیں ہے۔

میں تجھے اس لئے نصیحت کر رہا ہوں کہ تو کہیں جذبات سے مضطرب ہونے والوں میں سے نہ ہو جائے''

بیٹا سیلاب میں ڈوب چکا تھا۔ بارش تھم چکی تھی۔ سیلاب ختم ہو چکا تھا۔ کشتی بھی تھم چکی تھی اور اس کے بعد باپ کی بیٹے کیلئے محبت کے جذبات کے زیر اثر نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے بتایا تھا کہ ان کا بیٹا ان کے اہل میں سے ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ وہ

ظالموں میں سے ہے کہ نہیں کیونکہ انہیں قبل ازیں منع فرمایا گیا تھا کہ ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو نہ پکارنا۔ ان کی بیٹے کی یہ حقیقت کہ وہ اپنے غیر صالح عمل کی بناء پر ان کے اہل میں شمار نہیں تھا اس لئے بتادی گئی کہ وہ جذبات سے مغلوب ہونے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ یہاں بھی علم کے بغیر خواہش، جذبات کے اظہار کی بات اور معاملہ ہے۔

خواہش، آرزو، جذبات انسان کے قلب کیلئے بے چینی، گھٹن، تنگی، بے اطمینانی، اضطراب کا باعث بنتے ہیں۔ خواہش، آرزو، جذبات منفی بھی ہو سکتے ہیں اور مثبت بھی لیکن دونوں صورتوں میں نتیجہ بے چینی، گھٹن، تنگی، بے اطمینانی، اضطراب کی کیفیت ہوگا۔ اگر منفی خواہش، جذبہ قابو پا لے تو انسان سے برا عمل ٱلسُّوٓءَ سرزد ہوگا۔ اس کا علم، دانائی، بصیرت یا لاعلمی، کم علمی، بِجَهَٰلَةٍ اردو اور انگریزی کے لفظ جہالت سے تعلق نہیں۔ اچھے اور برے عمل کا انسان ذمہ دار اور متاثر بھی خود ہے

مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ

''جس نے صالح عمل کیا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا اس کا بوجھ اسی پر ہے'' (حوالہ فصلت ۴۶، الجاثیۃ۔۱۵)

خواہش، آرزو، جذبات کا سبب اور تحریک بننے والے مراکز سینہ، شکم اور زیر ناف ہے۔ صالح فعل و عمل عقل و فہم کے تابع ہوتا ہے اور دانستہ یا غیر دانستہ ٱلسُّوٓءَ برا فعل و عمل غفلت کی بناء پر یا نفس کے کہنے پر ہوتا ہے جو سینے، شکم اور زیر ناف کی کسی خواہش اور بھوک کی تسکین کا ذریعہ بنتا ہے۔ سینہ اور زیر ناف انسان کے اپنے ارادے اور اختیار کے تابع ہے لیکن شکم کی بھوک مکمل طور پر انسان کے ارادے اور اختیار میں نہیں ہے فَمَنِ ٱضْطُرَّ فِى مَخْمَصَةٍ ''پھر اگر کوئی اضطراری کیفیت میں ہو جائے فِى مَخْمَصَةٍ یعنی بھوک میں'' (حوالہ المائدہ۔۳)۔ ٱضْطُرَّ کا مادہ ''ض ر ر'' ہے جس کے معنی ہیں نقصان پہنچانا، نقصان، خارجی مصیبت، لاغری، معذوری، تنگی، سختی، بدحالی۔ ٱضْطُرَّ کے معنی اضطراری حالت میں پہنچنے کے ہیں مَخْمَصَةٍ کا مادہ ''خ م ص'' ہے اور معنی ہیں سخت بھوک جس میں پیٹ کمر کو جا لگتا ہے۔ حرام شئے قطعی حرام ہے لیکن شکم کی بھوک پر قابو پانے کا اختیار ایک حد تک ہے اس لئے استثناء عطا فرمایا فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ ''(مگر جب ایسی صورتحال پیش آجائے جس میں بھوک سے نڈھال حالت میں) پھر کوئی مجبور و بے بس ہو جائے مگر (اپنی سوچ میں) اعتدال سے نکلنے اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (اس حکم سے عارضی طور پر اجتناب برتنے میں) کوئی گناہ نہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۷۳)۔ شکم کی بھوک سے پیدا ہونے والی اضطراری حالت میں حرام شئے کا کھانا اس صورت میں گناہ تصور نہیں ہوگا جب حرام شئے کی چاہت اور جستجو نہ ہو اور اس کام میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے یعنی اس حد تک نہ جایا جائے کہ بھوک مٹ جائے بلکہ اضطراری کیفیت کی تسکین سے آگے نہ بڑھا جائے۔

ہم نے اتنا طویل سفر ٱلۡجَـٰهِلِينَ کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کیلئے کیا ہے کیونکہ زبان زد عام ہو چکا ہے کہ یہ لفظ اردو زبان کے لفظ ''جاہل'' کے مترادف/ہم معنی ہے۔ لیکن ایسا ہے نہیں۔ قرآنِ مجید نے ظاہر کیا کہ مادہ ''ج ھ ل'' کا علم اور عقل کی دنیا کی نسبت زیادہ تعلق دل، خواہش، جذبے سے ہے۔ خواہش اضطراب پیدا کرتی ہے۔ دل کو بے چین، مضطرب کرتی ہے۔ تکلیف دہ انجام کی خبر بھی دل کو مضطرب کرتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کی خواہش ہے کہ لوگ قرآنِ مجید پر ایمان لائیں، اس سے اعراض نہ برتیں، اس کے متعلق جھوٹ بات نہ کہیں کہ اس کا انجام ان لوگوں کیلئے انتہائی تکلیف دہ ہوگا لیکن ان کی روش آقائے نامدار ﷺ کی خواہش کے الٹ ہے فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡجَـٰهِلِينَ ۝ ''اس لئے آپ (ﷺ) خواہ مخواہ ان کیلئے اس قدر بے اطمینان اور مضطرب نہ ہوں'' اور اضطراب کی منتہا غم ٱلۡحُزۡنِ ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَـٰخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَـٰرِهِمۡ إِن لَّمۡ يُؤۡمِنُواْ بِهَـٰذَا ٱلۡحَدِيثِ أَسَفًا ۝٦

''آپ (ﷺ) تو شاید ان کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو رنج و غم سے ہلاک کرلیں گے اگر وہ اس کلام (قرآنِ مجید) پر ایمان نہ لائے''

ہم نے غور نہیں کیا تھا ورنہ قرآنِ مجید نے تو آقائے نامدار ﷺ کیلئے اس لفظ ٱلۡجَـٰهِلِينَ کو استعمال کرنے والے مقام پر ہی اس کے معنی اور مفہوم سمجھا دیئے تھے۔ وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ إِعۡرَاضُهُمۡ ''اور اگر آپ (ﷺ) پر ان لوگوں کی (قرآنِ مجید سے) بے رخی بہت گراں ہے، بھاری ہے'' کسی کی بے رخی، اعراض کا گراں، بھاری احساس کرنے والا انسان لاعلموں اور نادانوں میں شمار نہیں ہوتا بلکہ بے چین اور مضطرب کہلاتا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ پر آئیں درود وسلام بھیجیں اور رب العالمین سے دعا کریں کہ آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک کے اس انداز کی کاش کہ تھوڑی سی سمجھ ہمیں بھی عطا کردے تاکہ دوسروں کے بھلے اور خیر انجام کیلئے ہم بھی اپنے قلوب میں کچھ بے چینی، اضطراب محسوس کرسکیں۔